سید ابوالحسن علی ندوی

اسلامیات
اور
مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین

گزشتہ صدی، اور دوسرے ہزارے کا آخری سورج ابھی ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو غروب نہیں ہوا، بلکہ اس سے چند گھنٹے پہلے مسلمانان برصغیر کی دنیائے فکر و دانش کا ایک آفتاب علم و فضل بھی اپنی آخری منزل کو روانہ ہوا۔ اس ''آفتاب علم و فضل'' سے ہمارا اشارہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ذات گرامی کی طرف ہے جو تین چوتھائی صدی تک اپنی تحریروں کے ذریعے روشنی بکھیرتی رہی، اور یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل میں بھی رہروان علم اس روشنی سے اکتساب کرتے رہیں گے۔ مولانا مرحوم وسیع المطالعہ عالم تھے۔ انہوں نے اسلام کے پیغام پر لکھتے ہوئے نہ صرف اسلاف کے ذخیرۂ علم سے استفادہ کیا ہے، بلکہ مستشرقین مغرب کے علمی کارناموں پر بھی نظر ڈالی ہے۔ انہیں مغربی دنیا کے بڑے شہروں میں بار بار اہل علم سے مخاطب ہونے، اور مغربی جامعات اور علمی اداروں سے وابستہ افراد سے ملاقات کا موقع ملا۔ وہ استشراق اور اس کے اثرات سے پوری طرح آگاہ تھے، چنانچہ ان کی تحریروں میں استشراق اور مستشرقین کا ضمناً ذکر تو آتا ہی رہا ہے، لیکن ۱۹۸۲ء میں دارالمصنفین - اعظم گڑھ کے استشراق سے متعلق خصوصی سیمینار کے لیے انہوں نے جو مقالہ لکھا تھا، اس میں مستشرقین کی سرگرمیوں اور مسلم اہل علم کو درپیش چیلنجوں پر اپنی سوچ کا نچوڑ پیش کیا ہے۔ ذیل میں ان کے اس مقالے کا ابتدائی حصہ پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے عقیدت مندوں سے گزارش ہے کہ ان کی یاد تازہ رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان

کے مجوزہ راستے پر چند قدم آگے بڑھائے جا سکیں۔ مدیر ا

تصنیف وتالیف اور بحث وتحقیق کے میدان میں کام کرنے والوں کے لیے (جو علم کی قدر و قیمت، بحث وتحقیق کے میدان کی محنتوں اور کاوشوں اور صحیح علمی نتائج تک پہنچنے کی راہ کی دشواریوں سے بخوبی واقف ہیں) سب سے مشکل کام یہ ہے کہ علم وتحقیق کا کام کرنے والی کسی جماعت یا فرد کے بارے میں غیر منصفانہ تخت اور بے لچک رویہ اختیار کیا جائے، اس کی حق تلفی کی جائے، اور اس کے تمام محاسن وخصائص کا یک قلم انکار کر دیا جائے، اور سب کو ایک ہی پیمانہ سے ناپا جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ اہل علم اور بحث وتحقیق کا سنجیدہ ومخلصانہ کام کرنے والوں کا طبقہ ہمیشہ دوسرے ہم پیشہ اور ہم مذاق لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ فراخ دل، وسیع النظر اور دوسروں کی محنت و کاوش کا اعتراف کرنے میں عالی حوصلہ ہوتا ہے، وہ نہ صرف اپنے پیش رووں، بلکہ خرد سال معاصرین اور "تازہ واردان بساط علم" کی علمی کاوشوں اور نتائج تحقیقات سے بھی استفادہ کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا، غیر منصفانہ فیصلہ، کسی کے محاسن وکمالات کا انکار، قرآنی تعلیمات اور اسلامی اخلاق کے سراسر منافی ہے۔ قرآن کی آیت ہے:

ان الله يامركم ان تؤدوا الامنت الى اهلها و اذا حكمتم بين الناس ان تحكموا بالعدل ان الله نعما يعظكم به ان الله كانا سميعا بصيرا

(سورہ النساء: ۵۸)

خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو، اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ خدا تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے، بے شک خدا سنتا (اور) دیکھتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا:

يـا ايهـا الـذيـن امـنـوا كـونـوا قـوامين لله شهداء بالقسط ولا يجرمنكم شنان قوم على الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوى (سورہ المائدہ:۸)

اے ایمان والو! خدا کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو، اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو، انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے۔

ایک جگہ اور ارشاد فرمایا:

و اقيموا الوزن بالقسط ولاتخسروا الميزان (سورہ الرحمٰن:۹)

اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔

اس لیے اگر کسی علمی کام، کسی اسکالر کے ریسرچ و تحقیق پر تبصرہ کرنا، اور اس سے اختلاف رائے کا اظہار، یا اس کی تردید و تغلیط، یا بعض غلطیوں کی نشان دہی ضروری ہو تو علم و تحقیق کا تقاضا ہے کہ اس کے لیے علمی اسلوب اور متوازن تنقید کا طریقہ اختیار کیا جائے، اس تبصرہ اور جائزہ میں تنقیدی عنصر کا تناسب صحیح اور معتدل ہو، کیونکہ ضرورت کو (جیسا کہ فقہائے اسلام کہتے ہیں) بقدر ضرورت ہی پورا کرنا چاہیے۔

مستشرقین کی علمی کاوشوں کا اعتراف

اس حقیقت کا اعتراف ایک صاحب علم کا علمی و اخلاقی فرض ہے کہ متعدد مستشرقین نے اسلامی علوم کے مطالعہ میں اپنی ذہنی و علمی صلاحیتوں کا فیاضانہ استعمال کیا، انہوں نے اس کام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، ان میں سے بہت سے فضلاء نے مشرقی اور اسلامی علوم کا موضوع، سیاسی، اقتصادی اور مشنری مقاصد کے ماتحت نہیں، بلکہ محض شوق علم اور جذبہ بحث و تحقیق کی خاطر اختیار کیا، اور اس کام میں خاصی جگر کاوی اور دیدہ ریزی کا ثبوت دیا، یہ ہٹ دھرمی اور ناانصافی ہوگی کہ ان کے اس پہلو کا اظہار و اعتراف نہ کیا جائے۔ ان کی کوششوں سے بہت سے

نادر اسلامی مخطوطات، جو صدیوں سے سورج کی روشنی سے محروم تھے نشر و اشاعت سے آشنا ہوئے، اور نادان اور نا اہل وارثوں کی غفلت اور کرم خوردگی سے بچ گئے، کتنے علمی مآخذ، اور اہم تاریخی دستاویزیں، اول اول انہیں کی کوششوں اور علمی دلچسپی اور شغف کے نتیجہ میں منظر عام پر آئیں، جن سے مشرقی دنیا کے علماء و محققین کی آنکھیں روشن ہوئیں، اور ان کا علم و تحقیق کا کام آگے بڑھا۔

ان سب مستشرقین کے ناموں اور کاموں کا احاطہ تو اس مقالہ میں ممکن نہیں، جن کا علمی دنیا پر احسان ہے، محض مثال کے طور پر مندرجہ ذیل حضرات کا نام لیا جا سکتا ہے، پروفیسر ٹی - ڈبلیو- آرنلڈ (T. W. Arnold) جن کی قابل قدر کتاب The Preaching of Islam (دعوت اسلام) ہے، اسٹینلی لین پول (Stanley Lane- Poole) جن کی کتاب Saladin (سلطان صلاح الدین ایوبی) اور Moors in Spain (عرب اندلس میں) بڑی حد تک منصفانہ تصنیفات ہیں، ڈاکٹر اسپرنگر (Dr. Aloys Sprenger) جنہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور کتاب ''الاصابہ فی تمییز الصحابہ'' مطبوعہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی-کلکتہ کو ایڈٹ کیا، اور اس پر انگریزی میں فاضلانہ مقدمہ لکھا، اڈورڈ لین (Edward William Lane) جو اس عربی و انگریزی ڈکشنری کے مرتب ہیں، جو Arabic-English Lexicon کے نام سے مشہور ہے، اور انگریزی زبان میں عربی مفردات کی تفصیلی شرح پر قابل اعتماد مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، اور جس سے خود عربی زبان اور عربی نحو کے ماہرین فائدہ اٹھاتے ہیں، اے- جے- ونسنک (A. J. Wensinck) جنہوں نے ائمہ محدثین کی حدیث و سیرت و مغازی پر مشتمل چودہ کتابوں سے تخریج احادیث کے لیے بڑا ہی مفصل انڈکس تیار کیا ہے، اور علمی و فقہی عنوانات، اسماء اور سیرت کی بعض ذیلی سرخیوں پر اس کو ترتیب دیا ہے، پھر ان عنوانات کو حروف تہجی پر مرتب کیا ہے۔ مشہور مصری عالم استاذ فواد عبدالباقی نے اس کتاب کو عربی میں منتقل کیا ہے، اور اس کا نام مفتاح کنوز السنۃ رکھا ہے۔ علامہ سید رشید رضا مصری اور علامہ احمد محمد شاکر نے اس پر

بڑے فاضلانہ اور اعتراف وتشکر آمیز مقدمے لکھے ہیں، اسی طرح مستشرق ونسنک نے ''المعجم المفہرس الالفاظ الحدیث النبوی'' (احادیث نبوی کے الفاظ کی ڈکشنری ۲) کی ترتیب میں بھی نگرانی کا کام انجام دیا ہے جس کی ترتیب وتالیف میں کئی مستشرقین علماء ومحققین شریک ہیں، اور اس کو ۱۹۳۶ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا، مذکورۃ الصدر کتاب کے مقابلہ میں اس کتاب سے استفادہ زیادہ آسان ہے، یہ سات بڑی جلدوں میں شائع ہوئی ہے، جی-بی اسٹرنج (G. B. Strenge) اور ان کی کتاب Lands of the Eastern Caliphate (جغرافیہ خلافت مشرقیہ) بھی اسی ذیل میں آتی ہے۔

یہ تمام تصنیفات اور علمی وتحقیقی کاوشیں ۳ اس بات کی دلیل ہیں کہ ان مصنفین ومرتبین نے جدوجہد میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، اور اس طویل جاں گسل مطالعہ اور کاوش بحث وتحقیق میں اپنے موضوع کے ساتھ خلوص وانہماک کا پورا ثبوت دیا ہے۔

اکثر مستشرقین کی تصنیفات میں کمزوریوں کی جستجو اور خوردہ گیری اور ریزہ چینی کی کوشش

لیکن مستشرقین کے علم وفضل کے اعتراف کے ساتھ ساتھ --- اس حقیقت کی وضاحت کرنے میں کوئی باک نہیں کہ مستشرقین کے ایک بڑے طبقہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اسلامی شریعت، مسلمانوں کی تاریخ اور تہذیب وتمدن میں کمزوریوں اور غلطیوں کی تلاش وجستجو میں وقت صرف کریں، اور سیاسی ومذہبی اغراض کی خاطر رائی کا پربت بنائیں، اس سلسلہ میں ان کا رول بالکل اس شخص کی طرح رہا ہے، جس کو ایک منظم وخوشنما وخوش منظر شہر میں صرف سیورتج (drain inspecter) کا کسی کارپوریشن اور میونسپلٹی میں فریضہ منصبی ہوتا ہے کہ اس طرح کی رپورٹ پیش کرے، وہ متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کو جو رپورٹ پیش کرتا ہے، اس میں طبعی طور پر قارئین کو سوائے گندگیوں اور کوڑے نالیاں، گندگی اور گھورے نظر آئیں، جس طرح محکمہ صفائی کے انچارج

کرامت کے تذکرے کے عام طور پر کچھ نہیں ملتا۔

افسوس کی بات ہے کہ ہم بہت سے مستشرقین کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، وہ اپنی ساری کدوکاوش، تاریخ اسلام، اسلامی معاشرہ، تہذیب وتمدن اور ادب وثقافت میں جھول اور کمزوریوں کی تلاش ونشان دہی میں صرف کرتے ہیں، پھر ہولناک اور ڈرامائی انداز میں ان کو پیش کرتے ہیں، وہ خوردبین سے ان کا پتہ لگا کر اپنے قارئین کے سامنے ذرہ کو پہاڑ اور قطرہ کو دریا بنا کر پیش کرتے ہیں، ان کی ذہانت وطباعی کا پورا مظاہرہ چہرۂ اسلام کو بدنما دکھانے میں ہوتا ہے، اور اس طرح اسلامی ممالک کے زعماء وقائدین کے (جنھوں نے یورپ کی بڑی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی، یا اسلام کا مطالعہ یورپین زبانوں میں کیا ہے) دل ودماغ میں اسلام اور اسلامی قانون وتہذیب کے سرچشموں کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں، اور اسلام کے مستقبل سے ناامیدی، حال سے بے زاری اور ماضی سے بدگمانی اس طرح پیدا کردیتے ہیں کہ ان کا سارا جوش وخروش دین کو عصری تقاضوں کے مطابق ڈھالنے (modernization) اور اسلامی قانون میں اصلاح وترمیم کی مہم چلانے میں منحصر ہو کر رہ جاتا ہے۔

نازک مستشرقانہ حکمت عملی

بہت سے مستشرقین کا یہ بھی طریقہ رہا ہے کہ وہ پہلے ایک مقصد متعین کرلیتے ہیں، پھر ہر ممکن طریقہ سے اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ رطب ویابس معلومات (جن کا بعض اوقات موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا) دینی، تاریخی اور ادبی کتابوں، بلکہ شعروشاعری، قصوں کہانیوں، مسخروں کی خوش گپیوں اور طنزنگاروں کی نگارشات سے (خواہ وہ کتنی ہی سطحی اور بے ہودہ ہوں) معلومات اخذ کرتے ہیں اور قارئین کے دلوں میں اس کی جگہ بنانے کے لیے دس پندرہ فضائل ومحاسن (جن کی صحیفۂ اخلاق میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی) بڑی دریادلی سے ذکر کرجاتے

ہیں، نتیجتہً قاری ان کی کشادہ دلی اور سیر چشمی سے مرعوب اور ان کی انصاف پسندی سے متاثر ہو جاتا ہے اور اس کمزوری کو (جو تمام فضائل ومحاسن پر پانی پھیر دیتی ہے) قبول کر لیتا ہے، یہ مستشرقین کسی دعوت وشخصیت کے ماحول، تاریخ اور طبعی اسباب ومحرکات کی ایسی مہارت اور چابک دستی سے تصویر کشی کرتے ہیں کہ یہ خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ یہ دعوت یا شخصیت دراصل اسی ماحول اور انہیں محرکات کا قدرتی نتیجہ اور ان کا طبعی ردعمل تھا، اور گویا کوہ آتش فشاں پھٹنے کے لیے تیار تھا، اس شخصیت نے صحیح وقت پہچان لیا، ایک چنگاری دکھائی اور وہ پھٹ پڑا، اس لیے قاری کا ذہن کسی غیر مادی سرچشمہ یا طاقت کی طرف جانے نہیں پاتا، اور اس شخصیت یا دعوت کی عظمت یا اس کے ساتھ تائید الٰہی اور ارادۂ غیبی کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا[۴]۔

ان میں سے بہت سے مستشرقین اپنی کتابوں اور مضامین میں زہر کی ایک خاص مقدار بہت احتیاط سے ملاتے ہیں، جو تناسب سے بڑھنے نہ پائے اور قارئین کے لیے وحشت کا باعث نہ بنے، اور ان کو محتاط اور بے دار نہ بنادے، نیز ''محقق علاّم'' کی انصاف پسندی اور خلوص نیت مشتبہ نہ کردے، اس طرح کے مستشرقین کی تصنیفات ان مخالف مصنفین کے مقابلہ میں زیادہ ضرررساں اور خطرناک ہوتی ہیں، جو کھل کر دشمنی کا اظہار کرتے ہیں، اور جن کی کتابوں میں دجل وفریب و افترا پردازی عریاں طریقہ پر نظر آتی ہے، کیونکہ مذکورۃ الصدر کتابوں کا مطالعہ کرنے والا متوسط درجہ کا کتاب خواں، ان کو پڑھنے کے بعد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مشرقی جامعات اور علمی حلقوں کا مستشرقین کی کتابوں کو علمی مآخذ سمجھنا

عالم اسلام اور ممالک عربیہ کی علمی کمزوری، پست ہمتی اور بے مائیگی کی یہ کھلی دلیل ہے کہ یہ ممالک، ایک طویل زمانہ سے خالص اسلامی موضوعات پر مستشرقین کی کتابوں کو ماخذ ومرجع سمجھتے ہیں، اور ان کے نزدیک ان کی یہ محققانہ کتابیں ''کتاب مقدس'' (Gospel) کی حیثیت

رکھتی ہیں، مثال کے طور پر آر-اے-نکلسن (R.A. Nicholson) کی کتاب A Literary History of Arabs (تاریخ ادبیات عربی)، ڈاکٹر ہٹی (Dr. P. K. Hitti) کی کتاب History of the Arabs (تاریخ عرب)، کارل بروکلمان (Carl Brocklemann) کی جرمن زبان میں کتاب ''تاریخ عربی ادبیات'' اور اس کا انگریزی ترجمہ The History of Arab Literature جو عربی ثقافت وفنون پر مشتمل ہے، گولڈزیہر (Goldziher) کی کتاب Introduction to Islamic Theology and Law (اسلامی عقیدہ وشریعت کا تعارف) اور ''مطالعہ اسلامیات''، شاخت (Schacht) کی کتاب The Origins of Muhammadan Jurisprudence (فقہ اسلامی کے ابتدائی مآخذ)، اور ڈبلیو-سی-اسمتھ (W. C. Smith) کی کتاب Islam in Modern History (اسلام جدید دنیا میں) اور اے-آر-گب کی کتاب Whither Islam? (اسلام کا رخ کس طرف ہے؟)، مونٹگمری واٹ (Montgomery Watt) کی تصنیفات Muhammad at Mecca (محمد مکہ میں)، اور Muhammad at Medina (محمد مدینہ میں) اور Muhammad :Prophet and Statesman (محمد بحیثیت نبی اور سیاستدان)۔

ان سب کتابوں کے بارے میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ اپنے موضوع پر یہ منفرد تصنیفات ہیں، اسلامی مشرق کی یونیورسٹیوں کے عربی زبان وادب اور اسلامیات کے شعبوں میں ان کو اہم علمی مآخذ گردانا جاتا ہے، اور تصنیف وتالیف کا کام کرنے والے زیادہ تر ان ہی پر اعتماد کرتے ہیں، Encyclopaedia of Islam (اسلامی انسائیکلوپیڈیا) جس کی تالیف کا کام مستشرقین کے ہاتھوں انجام پایا ہے، (اگرچہ اس میں بعض مسلمان مقالہ نگاروں کا بھی کچھ حصہ ہے) --- وہ اسلامی حقائق ومعلومات کا سب سے بڑا ذریعہ اور سب سے قیمتی ذخیرہ سمجھا جاتا ہے، اور بعض

عرب اور مسلمان ملکوں کے علمی حلقوں میں اس کو اسلام سے متعلق معلومات کا اساسی اور بنیادی ماخذ سمجھا جاتا ہے، مصر میں عرصہ دراز سے اس کا لفظی ترجمہ شائع ہو رہا ہے، حالانکہ مصر جیسے ملک سے اس کی توقع تھی کہ وہ مسلمان محققین اور اسلامی موضوعات پر اصحاب اختصاص مسلمانوں کے قلم سے مستقل اسلامی انسائیکلوپیڈیا یا دائرۃ المعارف الاسلامیہ پیش کرتا[۲]۔

بحث وتحقیق اور تصنیف وتالیف کے میدان میں عالم اسلام کے خود کفیل ہونے کی ضرورت

مستشرقین کے منفی اثرات کا ازالہ اور اس عظیم نقص کی اصلاح کے لیے علمائے اسلام، محققین ومفکرین اور مسلمان ریسرچ اسکالرز کی ذمہ داری ہے کہ وہ علمی موضوعات پر محققانہ اور ''اوریجنل'' بحثیں تیار کریں، اور عالم اسلام کو صحیح اور قابل اعتماد معلومات اور اسلام کے صحیح تصورات اور حقائق سے (ان خوبیوں اور امتیازات کا لحاظ کرتے ہوئے جو مستشرقین کی خصوصیات سمجھی جاتی ہیں) روشناس کریں، بلکہ علمی اسلوب واصول بحث، مجتہدانہ تحقیق ودقت نظر، وسعت مطالعہ، مآخذ ومراجع کی صحت واستناد اور پرزور استدلال واستنتاج میں ان پر بھی فوقیت لے جائیں، اور ان غلطیوں اور علمی کمزوریوں سے بھی محفوظ ہوں، جن کے عام طور پر مستشرقین شکار ہوتے ہیں۔

مستشرقین کی علمی تحقیقات کا محاسبہ وجائزہ

یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمان علماء ومحققین مستشرقین کی تصنیفات وعلمی تحقیقات کا جائزہ لیں اور حقائق وواقعات کی روشنی میں ان کا علمی محاسبہ کریں، ان کی دسیسہ کاریوں اور عربی عبارتوں کا مفہوم سمجھنے یا ان کی تحلیل وتشریح میں ان کی غلطیوں کی نشان دہی کریں جس سے قارئین کو یہ معلوم ہو کہ جن مراجع ومآخذ پر وہ اعتماد کرتے ہیں، وہ ناقابل اعتماد ہیں، انہوں نے ان سے جو اہم نتائج

نکالے ہیں، اور ان پر اپنے دعوے کی پوری عمارتیں قائم کرلی ہیں، ان کی بنیاد ہی کمزور، مشکوک یا سرے سے معدوم ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی دکھائیں کہ ان کی ان معصومانہ علمی کاوشوں میں سیاسی و مذہبی (مشنری) اغراض ومقاصد کہاں تک کام کررہے ہیں۔

مثبت اور تعمیری کام کی ضرورت

لیکن صرف یہ ناقدانہ اور سلبی کام کافی نہیں ہے، مثبت اور تعمیری کام بھی ناگزیر ہے، اس کی فوری ضرورت ہے کہ اسلامی موضوعات پر عمیق وفکر انگیز معلومات اور محققانہ علمی کام کا سلسلہ جاری رہے جو تحلیل وتجزیہ، مآخذ ومراجع کے دیانت دارانہ حوالہ اور مفید ومتنوع تفصیلی انڈکس سے (جو مستشرقین کی خصوصیت سمجھی جاتی ہے) معمور ہو، اس سلسلہ میں ایسے مواد اور کتابوں سے بھی استفادہ کیا جائے، جن کی طرف بادی النظر میں ذہن نہیں جاتا، اور جن کا موضوع سے براہ راست تعلق نہیں ہوتا اور نہ روایتی طور پر وہ تاریخ کی کتابیں سمجھی جاتی ہیں، جو عام طور پر سرکار دربار، حرب وضرب اور سیاسی حوادث وواقعات کے گرد گردش کرتی ہیں، اس جدید مواد اور ایسے مفید مآخذ کی (بہت سا علمی کام ہوجانے کے باوجود) اب بھی کمی نہیں، جو ایک محنت کش، دیدہ ور، علم وتحقیق کی سچی پیاس رکھنے والے، عالم ومحقق کے منتظر ہیں، آج بھی ہاتف غیبی کی صدا کانوں میں آتی ہے:

گماں مبر کہ بپایاں رسید کار مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

ساتھ ہی اس کی بھی ضرورت ہے کہ ایسے خالص علمی اور تحقیقی کاموں میں بے جا تطویل و عبارت آرائی سے گریز کیا جائے، اور حتی الامکان طنز وتضحیک اور مفروضات کے قائم کرنے سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ اس طریقہ کار (طنز وتضحیک) سے بحث وتحقیق کا علمی وقار اور تحقیقی وزن جاتا رہتا ہے۔

جب تک یہ دونوں کام نہ انجام دیے جائیں گے، اس وقت تک عالم اسلام کا وہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو ذہین اور حوصلہ مند نوجوانوں پر مشتمل ہے، اور جو یورپ و امریکہ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پا رہا ہے، یا خود اپنے ملک میں اسلام کا مطالعہ یورپین زبانوں میں کرنے کا عادی ہے، مستشرقین کے مسموم افکار اور ان کی ذہنی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتا۔

زندگی کے کسی گوشہ میں بھی خلا زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا، یہ خدا کے تکوینی قوانین اور فطرت بشری کے منافی ہے، کیونکہ حاجت مند اگر صحیح ذریعہ سے اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتا تو غلط اور نامناسب طریقہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، جب تک مستشرقین اور مغربی مفکرین کی (اسلامیات کے میدان تک میں) فکری قیادت اور علمی رہنمائی کا سلسلہ جاری ہے، اس وقت تک عالم اسلام عقلی و ذہنی انتشار اور فکری ارتداد کی آندھیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا، تجدد و مغربیت کے داعی و علمبردار، مغرب کے افکار و خیالات کے نقیب و ترجمان بنتے رہیں گے، اور جب ان کو سیاسی اقتدار حاصل ہو گا تو وہ بزور حکومت اور قانون سازی کے ذریعہ وہ ''اصلاحات'' نافذ کریں گے جو اسلام پر تیشہ زنی کے مترادف ہوں گی، وہ ایسے معاشرہ کو تشکیل دیں گے جو قدیم اسلامی معاشرہ سے صرف رنگ و نسل کی مشابہت رکھتا ہو گا، ورنہ وہ حقیقتاً غیر اسلامی معاشرہ اور واقعاتی دنیا میں کلیتہً ایک مغربی اور مادی معاشرہ ہو گا، اس وقت اس کے داعیوں اور نقیبوں اور رہروؤں کو مخاطب کر کے عارف شیرازی کے الفاظ میں یہ کہنا صحیح ہو گا:

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

بحث و تحقیق کے میدان میں عالم اسلام کی کوششوں کا ایک اجمالی جائزہ

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ امید پوری ہوئی یا نہیں؟ کیا مسلمان مصنفین اور محققین نے عالمی اثر و

نفوذ رکھنے والی مغربی زبانوں میں بحث و تحقیق کی مطلوبہ خدمات انجام دے کر اپنا علمی و دینی فریضہ ادا کیا؟ ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں دیانت دارانہ اور غیر جانب دارانہ اجمالی جائزہ لے کر دیکھا جائے کہ مسلمان اہل علم اور اہل تحقیق کتنی منزلیں اب تک سر کر چکے ہیں، اور وہ کہاں تک اپنی اسلامی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ مندرجہ ذیل سطور میں اس سلسلہ میں ہونے والے کاموں کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

باخبر قارئین اس سے ناواقف نہیں کہ عالم اسلام کو اور خاص طور پر اس کے چار اہم ممالک ترکی، مصر، ایران و ہندوستان کو انیسویں صدی عیسوی کے وسط سے مغربی تہذیب و تمدن، علوم و فنون، افکار و اقدار کا براہ راست سامنا کرنا پڑا، یہ صورت حال اس بات کی متقاضی اور طالب تھی کہ ترقی یافتہ اور عالمگیر مغربی زبانوں میں (کم سے کم ان ملکوں میں جن کا مغربی تہذیب اور فلسفہ سے رو در رو مقابلہ تھا) زیادہ سے زیادہ کام ہوا ہوتا، اور اسلامی عقائد و اصول، تہذیب و تمدن، قانون، علوم و فنون، مثالی اسلامی ادوار کی تاریخ، مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے عہد، اسلامی معاشیات اور اسلام کے اخلاقی فلسفہ کی وضاحت کے لیے اعلیٰ معیار کی کتابیں اور محققانہ بحثیں منظر عام پر آتیں، یہ بھی توقع تھی کہ یہ ممالک کم از کم انگریزی، فرنچ، جرمن اور ڈچ۸ زبان کو بحث و تحقیق، مغربی تہذیب پر تنقید، اس کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کرنے اور اسلام کے محاسن کو پیش کرنے کا ذریعہ بنائیں گے اور ان ممالک کے مسلمان فضلاء و اہل قلم ان زبانوں میں اپنی تحریری اور تقریری صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں گے، اور تھوڑی مدت میں ایک ایسا وسیع کتب خانہ تیار ہو جائے گا، جو مسلمان نوجوانوں میں اسلام کی صلاحیت حیات اور اس کے زندگی کے ہر میدان میں خود کفیل ہونے پر اعتماد بحال کرے گا، اور یورپ و امریکہ کے تعلیم یافتہ طبقہ، مغربی مفکرین کو اگر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہ کر سکا تو کم از کم اسلام کے سنجیدہ مطالعہ پر ضرور آمادہ کر دے گا، اور اسلامی تحقیقی مقالوں اور لسانی و ادبی تحقیقات کا ایسا سیل جرار وجود میں آئے گا جس کی

طاقت ور موجیں یورپ وامریکہ اور کینیڈا کی عالمی اور مشہور یونیورسٹیوں کی دیواروں سے ٹکرائیں گی۔

اس کی بھی توقع تھی کہ ان مغربی زبانوں میں مہارت رکھنے والے فرزندانِ اسلام اپنی یونیورسٹیوں کو تاریخ اسلام، قوانین اسلامی اور مشرقی ادبیات اور تنقید و تاریخ میں اس طرح سے بے نیاز کردیں گے کہ پھر ممالک عربیہ یا ایران کی ادبی وسیاسی وتمدنی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کو کسی نکلسن (Nicholson)، کسی براؤن (Browne) اور کسی ہٹی (Hitti) پر اعتماد نہ کرنا پڑے گا۔ اس طرح اسلامی شریعت اور تدوین حدیث وفقہ کی تاریخ کے مطالعہ کے لیے کسی گولڈزیہر (Goldziher) اور کسی شاخت (Schacht) پر، عربی زبان وادب اور شعر جاہلی کے مطالعہ کے لیے کسی مارگولیتھ (Margoliouth) پر انحصار نہ کرنا پڑے گا۔

یہ تحقیقی کام نہ صرف اس فکری ارتداد کی روک تھام کے لیے سد سکندری ثابت ہوگا، جو ذہین تعلیم یافتہ نوجوانوں کو بہائے لیے جارہا ہے، اور جوان ممالک میں جو مغربی سامراج کے آہنی پنجہ میں گرفتار رہ چکے ہیں، جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا ہے، بلکہ مغرب میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لیے بھی مفید و مددگار ثابت ہوگا، پھر مشیت الٰہی جس کو سعادت کا پروانہ دینا چاہے گی، وہ اسلام کے ''چشمہ حیواں'' کی طرف کشاں کشاں آئے گا۔

حواشی

۱۔ ان کتابوں اور ان کے مؤلفین کے اسماء گرامی اور مرتب کتاب کے اصول وطریقہ کار کو سمجھنے کے لیے کتاب کے ''مقدمہ'' کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

۲۔ یہ کتاب صحاح ستہ، مسند الدارمی، موطا امام مالک ومسند امام احمد بن حنبل پر مشتمل ہے۔

۳۔ مقالہ نگار نے مستشرقین کی صرف ان تصنیفات وتحقیقات پر اکتفاء کیا ہے جو انگریزی میں ہیں، اور جو عام طور پر اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن وتشنیع اور حقائق کی تحریف سے خالی ہیں۔ مقالہ نگار نے دوسری یورپین زبانوں جیسے جرمن اور ڈچ زبانوں کی کتابوں سے تعرض نہیں کیا، کیونکہ وہ براہ راست ان سے واقف نہیں۔

۴۔ مستشرقین نے سیرت نبویؐ اور تاریخ عرب کے موضوع پر جو کتابیں لکھی ہیں، ان میں عہد جاہلیت اور زمانہ ماقبل اسلام کی ایسی تصویر کشی کی ہے، کہ گویا انقلاب کا سب سامان تیار تھا، پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صرف وقت شناسی سے کام لیا، اور سہرا ان کے سر بندھ گیا۔

۵۔ یہ کتاب اپنی جامعیت اور مصنف کی محنت اور وسعت معلومات کی بنا پر قابل قدر و لائق استفادہ ہے، لیکن اس پر کلی اعتماد اور انحصار صحیح نہیں ہے۔

۶۔ یہاں اس حقیقت کا اظہار اس لیے ضروری ہے کہ لاہور کی پنجاب یونیورسٹی میں اردو اسلامی انسائیکلو پیڈیا کا جو کام ہوا ہے، اور جاری ہے، وہ حذف و اضافہ، تنقیحات وتشریحات کے ایک مستقل علمی کام کی حیثیت رکھتا ہے۔

۷۔ راقم سطور کو جولائی ۱۹۷۸ء میں لاہور کے قیام کے دوران یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ پروفیسر ظفر علی قریشی صاحب نے مستشرقین کی سیرت النبیؐ پر تمام تصنیفات ومقالات جمع کرنے اور ان پر علمی تنقید، محاسبہ اور تردید کا کام شروع کیا ہے، اس سلسلہ میں انہوں نے ایک مفصل قیمتی بحث انگریزی میں لکھی ہے جو کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے، راقم سطور ان کی اس انفرادی رضا کارانہ کوشش اور ان کے ذاتی کتب خانہ کو دیکھ کر متاثر اور مسرور ہوا، ساتھ ساتھ ہی اس پر متعجب بھی کہ کسی مسلم حکومت یا بڑے ادارہ کی طرف سے اس کام کی قدر دانی اور ہمت افزائی کا ثبوت نہیں دیا گیا۔

۸۔ یہی وہ چار زبانیں ہیں جن میں اسلامی موضوعات پر بکثرت تصنیفات اور مقالات شائع ہوئے ہیں۔